اقتصادی مسابقت کے مسلم معاشروں پر اثرات

ڈاکٹر محمد الیاس
ڈاکٹر حافظ شبیر احمد جامعی

Abstract

A core concept of Islam is that Allah is the owner of all wealth in the world, and humans are merely its trustees. Therefore, humans need to manage wealth according to Allah's commands, which promote justice and prohibit certain activities.

At the same time, Muslims have the right to enjoy whatever wealth they acquire and spend in sharia-compliant ways; they don't need to feel shame about being wealthy as long as their behavior aligns with Islam.

الحمد الله رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی و رسوله الکریم-----امابعد!

اسلام ایک مکمل نظام حیات اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ آخری دین ہے۔الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الا سلام دینا (۱) ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے''۔اقتصادیات اس نظام کا ایک اہم شعبہ ہے اس لیے جب تک یہ مکمل نظام اپنے تمام شعبوں کے ساتھ ایک کارفرما قوت کے ذریعے نافذ نہ ہو اس وقت تک صرف اسلامی اقتصادیات کے کچھ احکام کا نفاذ پوری طرح مؤثر اور نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔

اسلامی نظام حیات میں اولین اور اساسی چیز فکر آخرت اور اخلاقی اصلاح ہے۔چنانچہ قرآن کریم اس کی طرف بڑے مؤثر اور مدلل انداز میں رہنمائی بھی کرتا ہے اور ترغیب بھی دلاتا ہے۔

وماھذہ الحیوۃ الدنیا الالھو ولعب وان الدارالاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون (۲)

''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے۔کاش لوگ یہ حقیقت جانتے''

ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاالحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الاقلیل (۳)

''کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیا کی زندگی کا یہ سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا''

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

وسارعواالی مغفرة من ربکم و جنةعرضها السموت والارض (۴)

''ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہوئے دوڑ کر چلواس راہ پر جوتمہارے سب کی بخشش اوراُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اورآسمانوں جیسی ہے''

سابقوا الی مغفرة من ربکم و جنة (۵)

''مسابقت کرواپنے رب کی مغفرت اور جنت کے حصول کیلئے''

ا۔اللہ تعالیٰ نے مال کوانسانی زندگی کے قیام وبقاء کا ذریعہ قرار دیا ہے۔چنانچہ فرمایا'' ولا تؤ توا السفهاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما ''(۶)''اورمت پکڑادو بےعقلوں کواپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گذران کا سبب''۔مال انسان کیلئے مقصد حیات نہیں ہے۔مقصد حیات بندگی رب ہےاور مال حصول مقصد کا ذریعہ ہے۔

۲۔یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی ضروریات اورخواہشات انسانی وسائل کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ لامحدود ضروریات اورخواہشات کومحدود وسائل کے ذریعے کس طرح پورا کیا جائے؟

۳۔تو اقتصادی اکنامکس کا مفہوم یہ ہے کہ وسائل کو(انفرادی یا اجتماعی سطح پر)اس طرح استعمال کیا جائے کہ ان کے ذریعے زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری ہوسکیں۔

۴۔مسابقت کا مطلب ہے ایک دوسرے سے آگے بڑھنا یعنی مقابلہ۔اقتصادی مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ معیشت کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنا۔یہ انفرادی سطح پر بھی ہوسکتا ہے کہ ہر شخص مختلف طریقوں سے اپنے کاروبار کو وسعت دے۔اپنی مصنوعات کی طرف لوگوں کو مائل کرے۔اوراجتماعی سطح پر بھی اقتصادی مسابقت دیکھنے کوملتی ہے کہ مختلف کمپنیاں صارفین کے کاروبار کو حاصل کرنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سعی کرتی ہیں۔صارفین کواپنی مصنوعات کی جانب مائل کرنے کیلئے وہ قیمت میں کمی، گارنٹی انشورنس وغیرہ کا سہارا لیتی ہیں۔

اقتصادی مسابقت اور سرمایہ دارانہ نظام

دنیا میں رائج مختلف معاشی نظام میں سے دو نظام سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ایک سرمایہ دارانہ نظام اور دوسرا اشتراکی نظام۔عصرِ حاضر میں کاروبار اور معاملات انہی دو نظاموں کے تحت ہورہے ہیں۔سرمایہ دارانہ نظام اقتصادی مسابقت کا کھلم کھلا علمبردار ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام کے تین بنیادی اصولوں میں ذاتی ملکیت کا احترام، ذاتی منافع کے محرک کا احترام اورحکومت کی عدم مداخلت شامل ہیں۔(۷)ان تین اصولوں کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ نظام کے تحت تاجروں پر شرعی، اخلاقی یا ریاستی کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی۔ ہر شخص زیادہ سے زیادہ نفع کے حصول کے لیے حلال وحرام کی تفریق کے بغیر جو راستہ اختیار کرنا چاہے کرسکتا ہے۔

اقتصادی مسابقت اور اشتراکیت

اشتراکیت منصوبہ بند معیشت (Planned Economy) بھی کہلاتی ہے (۸) کیونکہ اس نظام میں بنیادی معاشی مسائل ترجیحات کا تعین، وسائل کی تخصیص، آمدنی کی تقسیم اور ترقی منصوبہ بندی کے تحت حل کیے جاتے ہیں۔ اشتراکیت کے بنیادی اصولوں میں اجتماعی ملکیت، منصوبہ بندی، اجتماعی مفاد اور آمدنی کی منصفانہ تقسیم شامل ہیں۔ (۹)۔ ان کی بنا پر اقتصادی مسابقت اس نظام میں شجر ممنوعہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ جہاں ذاتی منافع کا محرک کارفرما نہ ہو وہاں مسابقت کا پہلو عملاً معدوم ہو جاتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

''چونکہ اشتراکیت میں ذاتی منافع کے محرک کا بالکل خاتمہ کر دیا جاتا ہے اس لیے لوگوں کی کارکردگی پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ وہ خواہ چستی اور محنت اور اپج کے ساتھ کام کرے یا سستی اور کاہلی کے ساتھ، دونوں صورتوں میں اسکی آمدنی یکساں ہے۔ اس لیے اسمیں بہتر کارکردگی کا ذاتی جذبہ برقرار نہیں رہتا'' (۱۰)

اقتصادی مسابقت اور اسلام

اسلام کے جامعیت اور عالمگیریت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ہر دور میں زندگی کے تمام شعبوں کو موضوع بحث بنا کر ہدایات فراہم کی ہیں۔ انسان کے روحانی اور مادی تمام مسائل کا حل یہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اسلام نہ تو مادی ضروریات سے کنارہ کشی کی دعوت دیتا ہے اور نہ مادے اور روح میں تفریق کر کے انہیں الگ الگ رکھ کر ان کی ترقی کی الگ الگ راہیں تجویز کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایسی شاہراہ عمل متعین کرتا ہے جس پر روح اور مادہ مل کر سفر کر سکیں اور انسان کو اسکی منزل پر پہنچا سکیں۔

روحانی اور مادی تمام مسائل کے حل کیلئے اسلام نے اعتدال کی راہ کو اپنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''و کذلك جعلنا کم امة و سطا'' (۱۱) ''اور اسی طرح بنایا ہم نے تم کو امت معتدل''۔ چنانچہ اقتصادیات میں بھی اعتدال اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''ایک طرف نظامِ سرمایہ داری ہے۔ جس میں حلال وحرام کی قیود سے اور دوسرے لوگوں کی خوشحالی یا بدحالی سے آنکھیں بند کر کے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لینا سب سے بڑی انسانی فضیلت سمجھی جاتی ہے۔ تو دوسری طرف شخصی اور انفرادی ملکیت ہی کو سرے سے جرم قرار دیا جاتا ہے۔ اور غور کرنے سے دونوں اقتصادی نظاموں کا حاصل مال و دولت کی پرستش اور اسکو مقصد زندگی سمجھنا اور اس کیلئے دوڑ دھوپ ہے۔ امت محمدیہ اور اسکی شریعت نے اس میں بھی اعتدال کی عجیب وغریب صورت پیدا کی۔ ایک طرف تو دولت کو مقصد زندگی بنانے سے منع فرمایا اور اس پر کسی منصب وعہدہ کا مدار نہیں رکھا اور دوسری طرف تقسیم دولت کے ایسے پاکیزہ اصول مقرر کیے جن سے کوئی انسان ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے اور کوئی فرد ساری دولت کو نہ سمیٹ لے۔ قابلِ اشتراک چیزوں کو مشترک اور وقفِ عام رکھا۔ مخصوص چیزوں میں انفرادی ملکیت کا مکمل احترام کیا۔ حلال مال کی فضیلت اس کے رکھنے اور استعمال

کرنے کے صحیح طریقے بتلائے۔(۱۲)

اقتصادی مسابقت کے بارے میں سرمایہ دارانہ اوراشتراکی نظام کے برعکس اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی۔اس امر کی بالکلیہ نفی کی بجائے حوصلہ افزائی کی اور سرمایہ دارانہ نظام کی طرح آزاد چھوڑنے کی بجائے کچھ شرعی اوراخلاقی پابندیاں عائد کیں۔اور وقتاً فوقتاً ریاستی پابندیاں عائد کرنے کی اجازت دی۔ذیل میں ان عوامل پر نظر ڈالتے ہیں جوکسی بھی مسلم معاشرے میں اقتصادی مسابقت کے فروغ کا سبب بنتے ہیں۔

۱۔ تسخیر کائنات

ارشاد باری تعالیٰ ہے"الم تروا ان الله سخرلکم مافی السموات و مافی الارض "(۱۳)

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ہر چیز کوتمہارے کام میں لگا رکھا ہے"۔

تسخیر کے مفہوم کے متعلق محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں۔

"تسخیر کا مطلب ہے انتفاع(فائدہ اُٹھانا)۔جس کو یہاں کام سے لگا دیا سے تعبیر کیا گیا ہے۔جیسے آسمانی مخلوق،چاند ،سورج،ستارے وغیرہ ہیں۔انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ضابطوں کا پابند بنا دیا ہے کہ یہ انسانوں کیلئے کام کررہے ہیں اورانسان ان سے فیض یاب ہورہے ہیں۔دوسرا مطلب تسخیر کا تابع بنا دینا ہے۔چنانچہ بہت سے زمینی مخلوق کوانسان کے تابع بنا دیا گیا ہے۔جنہیں انسان اپنی حسب منشاء استعمال کرتا ہے۔جیسے زمین اور حیوانات وغیرہ(۱۴)

تسخیر کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان جائز حدود میں رہتے ہوئے وہ تمام ذرائع اور وسائل استعمال کرتا ہے جن سے وہ اپنی معاشی ضروریات زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہترین طریقے سے پوری کرسکتا ہے۔

۲۔ مال و دولت ......اللہ کا فضل اور زندگی گذارنے کا سبب

اللہ تعالیٰ نے مال کوزندگی گذارنے کا سبب قرار دے کرکم عقلوں کوتھما دینے سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے کہ"ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما "(۱۰)"اورمت پکڑا دو بے عقلوں کواپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گذران کا سبب"

نیز مال کواللہ کا فضل قرار دے کر کمانے کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے"وابتغوا من فضل الله "(۱۵)"اور اللہ کا فضل تلاش کرو)"۔چنانچہ فضل الٰہی کی تلاش میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا جب اس پر زندگی کا دارومدار بھی ہوا ایک واضح سی بات ہے۔

۳۔ کسب حلال کو فریضہ قرار دینا

اسلام نے اولاً مال ودولت اوراسکے حصول میں حلال وحرام کی تفریق کی اور پھر حلال کمانے اور کھانے کا حکم دیا۔ارشاد باری

تعالیٰ ہے"یا ایھا الناس کلوا ممافی الارض حلالا طیبا "(۱۶)"اے لوگو! زمین میں جتنی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ"۔اسی طرح آپ ﷺ نے حلال کمانے کو فریضہ قرار دیا۔"طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة "(۱۷)"حلال روزی طلب کرنا فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے"

٤. تجارت کی فضیلت

متعدد آیات اور احادیث میں تجارت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله "(۱۸)"بعض دوسرے زمین میں چل پھر کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہیں"

(۲) آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے جانے والے لقمے کو سب سے افضل قرار دیا۔

عن المقدام عن رسول الله ﷺ قال ما اکل احد طعاما قط خیر امن اُن یاکل من عمل یده (۱۹)" آپ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی کیلئے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے"

(۳) آپ ﷺ نے بذاتِ خود تجارت فرمائی۔حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کا سامان تجارت لے کر آپ نے شام کا سفر کیا۔اسکے علاوہ آپ ﷺ نے قبل از بعثت بطور اجارہ اہل مکہ کی بکریاں بھی چرائیں۔

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال مابعث الله نبیاالارعی الغنم فقال اصحابه وانت ؟ فقال نعم کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکة (۲۰)" آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔صحابہ نے عرض کیا اور آپ نے بھی چرائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں چند قیراط تنخواہ پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا"

(۴) جو تاجر امانت و دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتا ہے بروز قیامت انبیاء،صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔حدیث مبارک ہے "التاجر الصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشھداء "(۲۱)"سچے اور امانت دار تاجر کا حشر نبیوں،صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"

٥. تجارتی سرگرمیوں کا فروغ اور حوصلہ افزائی

اسلام نے محض تجارت کی فضیلت بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔بلکہ مختلف قسم کی تجارتی سرگرمیوں کو فروغ دیا۔آپ ﷺ نے بذاتِ خود تجارت فرما کر امت کو نمونہ بن کر دکھایا۔تجارت اور صنعت وحرفت کر فروخت دینے کیلئے آپ ﷺ نے جو اقدامات کیے انمیں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ہر شخص کو اپنی روزی خود کما کر کھانے کی ترغیب دلائی۔اسے یہ باور کرایا کہ روزی کمانے کی کوشش ایک شرعی ذمہ داری ہے۔ہر انسان کو اپنی استعداد کے بقدر معاشی جدوجہد کا پابند بنایا۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔"ان الذین تعبدون من دون الله لایملکون لکم

رزقافا بتغوا عند الله الرزق ''(۲۲) ''جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں۔ سو اللہ کے پاس سے روزی تلاش کرو''

۲۔ روزی کے حصول میں سوال کرنے اور بھیک مانگنے کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ بغیر مجبوری سوال کرنے پر سخت وعید بھی ارشاد فرمائی۔

☆ مایزال الرجل یسال الناس حتی یاتی یوم القیامة ولیس فی وجهه مزعة لحم (۲۳)

''لوگوں سے ہر وقت مانگتے رہنے والا شخص قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا گوشت نہ ہوگا''

☆ من سال الناس اموالهم تکثرافانما یسال جمراًفلیستقل اولیستکثر (۲۴)

''جو شخص دوسروں سے بلاضرورت محض اپنے مال میں اضافہ کرنے کیلئے سوال کرتا ہے وہ اپنے لیے انگارے مانگتا ہے۔ چاہے ان انگاروں کو زیادہ کرے چاہے کم کرے''

☆ لاتلحفوا فی المسالة (۲۵)

''مانگنے پر اصرار نہ کرو''

۳۔ دستِ سوال دراز کرنے کی حوصلہ شکنی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے کسبِ حلال کے مواقع فراہم کرنے میں صحابہ کی مدد بھی فرمائی۔ جس کی مثال وہ مشہور حدیث ہے کہ ایک انصاری صحابی نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تیرے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں ایک کمبل جسے ہم اوپر بھی اوڑھتے ہیں اور نیچے بھی بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ جسمیں پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں لانے کا کہا۔ جب وہ لایا تو آپ ﷺ نے حاضرین سے دریافت فرمایا۔ ان دونوں کو کون خریدتا ہے؟ ایک صحابی نے ایک درہم میں خریدنے کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ نے اس سے زائد میں خریدنے کا پوچھا تو ایک دوسرے صحابی نے دو درھم میں دونوں کو خریدنے کی پیشکش کی۔ آپ نے دونوں چیزیں اسے دے دیں اور دو درہم اس انصاری صحابی کو دے دیے اور فرمایا ایک درہم کا کھانا لیکر گھر بھیج دو اور ایک درہم کی کلہاڑی میرے پاس لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے اسمیں دستہ لگایا اور اسے فرمایا جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور پندرہ دن بعد میرے پاس آنا۔ پندرہ دن بعد وہ شخص آپ کے پاس بہتر حالت میں آیا۔ دریں اثناء وہ دس درھم کما چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کما کر کھانا تمہارے لیے بہتر ہے اس سے کہ لوگوں سے مانگتے پھرو اور قیامت کے دن داغدار چہرہ لیکر اُٹھو (۲۶)

اس حدیث سے بیع مزایدہ (نیلامی) کی مشروعیت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اور نیلامی میں بھی مسابقت کا پہلو ہمیں نظر آتا ہے۔

۴۔ زمانہ جاہلیت میں حجاز اور اس کے اطراف میں بہت سی تجارتی منڈیاں قائم تھیں۔ اسلام نے نہ صرف ان کو باقی رکھا بلکہ جلیل القدر صحابہ نے بذاتِ خود تجارت فرمائی۔ عرب کی ان تجارتی منڈیوں کے بارے میں حفظ الرحمٰن سیوہاری لکھتے ہیں۔

''اسلام سے پہلے عرب کی تجارت کا بہت بڑا تعلق مصر، روم، ایران اور ہندوستان کے ساتھ تھا اور اس کیلئے انہوں نے

حسب ذیل مقامات پر منڈیاں قائم کر رکھی تھیں۔ دومۃ الجندل، مشقر، ہجر، صحار، ریا، شحر، عدن، صنعاء، رابیہ، حضر موت، عکاظ، ذوالمجاز اور بصریٰ۔ اسلامی خلافت نے بھی ان کو باقی رکھا اور جلیل القدر صحابہ کرام نے خود بھی کاروبار کیا۔ اور قرآن نے ''وابتغوا من فضل اللہ'' کہہ کر اسکو اور زیادہ مضبوط بنا دیا۔ مدینہ طیبہ کے مقام سخ میں صدیق اکبرؓ کا کپڑے کا گودام اور کارخانہ تھا۔ حضرت عمرؓ کی تجارت کا تعلق ایران تک وسیع تھا۔ حضرت زبیرؓ کی بھی کپڑے کی تجارت تھی۔ اور شام کے ساتھ بیوپار کرتے تھے۔ خاص حجاز میں عکاظ کی منڈی ۱۲۹ ہجری تک قائم رہی۔'' (۲۷)

اور بازاروں میں مسابقت کا پہلو کار فرما ہوتا ہے جہاں ہر شخص اور دوکاندار دوسرے زیادہ نفع کے حصول کی کوشش کرتا نظر آتا ہے۔

٦. طلب و رسد کے قانون کا احترام

اس کائنات میں بہت سے قدرتی قوانین کار فرما ہیں جو ہمیشہ ایک جیسے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ انہی قوانین میں سے ایک طلب و رسد کا قانون (Law of demand and supply) ہے۔ اس کے متعلق مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

''رسد کسی بھی سامان تجارت کی اس مجموعی مقدار سے عبارت ہے جو بازار میں فروخت کیلئے لائی گئی ہو اور طلب خریداروں کی اس خواہش کا نام ہے کہ وہ یہ سامان تجارت قیمتاً بازار سے خریدیں۔ اب رسد و طلب کا قدرتی قانون یہ ہے کہ جس چیز کی رسد طلب کے مقابلے میں زیادہ ہو اسکی قیمت گھٹ جاتی ہے اور جس چیز کی طلب اسکی رسد کے مقابلے میں بڑھ جائے تو اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔'' (۲۸)

اس قدرتی قانون کے تحت بازار میں مسابقت کی فضا پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص وہی چیز بازار میں لانے کی کوشش کرتا ہے جس کی طلب زیادہ ہوتا کہ اسے زیادہ سے زیادہ سرمایہ حاصل ہو سکے۔

۷. عدم تسعیر

عدم تسعیر درحقیقت طلب و رسد کے قانون کو باقی رکھنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ فطری قانون ہر شخص کو مناسب قیمت پر پابند بناتا ہے۔ اسلام نے بھی ان دونوں قوتوں کو فی الجملہ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''نحن قسمنا بینھم معیشتم فی الحیوۃ الدنیا ور فعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا'' (۲۹) ''ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے اور انمیں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے تا کہ انمیں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے''

ایک دوسرے سے کام لینا جبھی ممکن ہوگا کہ کام لینے والے کو کام کی طلب ہے اور کام دینے والا اس کی رسد ہے۔ اور دونوں کے امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آتی ہے۔

اسی طرح جب آپ ﷺ سے بازار میں فروخت ہونے والی اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ ''ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرازق'' (۳۰) ''بیشک اللہ تعالیٰ قیمت متعین

کرنے والے ہیں۔ وہی چیزوں کی رسد میں کمی کرنے والے اور زیادتی کرنے والے ہیں اور وہی رازق ہیں'

اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ طلب ورسد کا قانون قیمتیں فطری طور پر متعین کر دیتا ہے اس لیے اس کے ہوتے ہوئے مصنوعی طور پر قیمتیں متعین کرنا مناسب نہیں۔ نیز اگر قیمتیں متعین کر دی جاتیں تو بازار سے مسابقت کی فضا ختم ہو جاتی لیکن مسابقت برقرار رکھنے کیلئے عدم تسعیر کو اپنایا گیا کہ ہر شخص اپنے حالات اور طلب ورسد کو دیکھتے ہوئے قیمت کا تعین کر لے۔

یہ وہ عوامل ہیں جو معاشرے میں اقتصادی مسابقت کے فروغ کا سبب بنتے ہیں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ معیشت کی اس دوڑ میں ہر شخص صلاحیتوں اور حالات کے اختلاف کے سبب ایک جیسے نتائج حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ

ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو بقدرِ ضرورت معاش بھی حاصل نہیں کر پاتا۔

ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو ضرورت کے بقدر ہی حاصل کر پاتا ہے۔

اور ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو اپنی ضرورتوں سے زائد حاصل کر لیتا ہے۔

ایک اچھا اور متوازن اقتصادی نظام وہی ہے جو معاشی اختلافات کو اعتدال کی حدود میں رکھے تا کہ کوئی طبقہ محرومی کی حالت میں نہ رہے۔ چنانچہ اسلام نے جہاں اقتصادی مسابقت کے فروغ کی بات کی ہے۔ وہاں اسکو بے لگام چھوڑنے کی بجائے کچھ پابندیاں بھی عائد کی ہیں۔ ان پابندیوں کو ہم تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ خدائی پابندیاں

خدائی پابندیوں سے وہ شرعی حدود و قیود مراد ہیں جن کا پابند رہنا بحیثیت مسلم ضروری اور ان کی خلاف ورزی جرم اور سزا کا باعث ہے۔ ان میں دو طرح کی چیزیں شامل ہیں۔

اول تجارت اور خرید وفروخت میں ان اصول پر کاربند رہنا ضروری ہوگا جو شریعت نے مقرر کر دیے ہیں۔ چنانچہ حرام کمانا، حرام ذرائع سے کمانا، ربا و قمار اور بیوع کی وہ تمام اقسام ممنوع ہوں گی جنکو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ مثلاً بیع ملامسۃ، بیع مزابنۃ، بیع غیر مقدور التسلیم وغیرہ

دوم یہ کہ اہل ثروت جن کی دولت ایک مقررہ حد سے تجاوز کر جائے انہیں اپنی دولت کا ایک مقرر حصہ زکوۃ کی شکل میں اپنے فقراء اور مساکین بھائیوں کو دینا لازم ہوگا۔

۲۔ اخلاقی پابندیاں

اقتصادی مسابقت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مادی فوائد انسانی زندگی کا اصل مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود اخروی فلاح اور کامیابی ہے۔ اس محدود اور مختصر زندگی کے بعد ابدی اور لامحدود زندگی ہے۔ اس لیے اسلام اس محدود زندگی کو ابدی زندگی سنوارنے اور اخروی نجات کے حصول کیلئے استعمال کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اخلاقی پابندیوں سے مراد ایسی پابندیاں ہیں جو شریعت نے لازم تو

قرار نہیں دیں البتہ انسان اجر و انعامات کے حصول کیلئے اپنے اوپر ان کو لازم کر لیتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی ایسی پابندیوں کے متعلق لکھتے ہیں۔

''اس طرح بہت سے معاملات میں شریعت نے کوئی وجوبی حکم تو نہیں دیا لیکن کسی خاص بات کے اخروی فضائل بیان فرمائے ہیں۔ جو ایک مومن کیلئے بہت بڑی کشش کا ذریعہ ہیں۔ اور ان کے توسط سے انسان اپنے اوپر بہت سی پابندیاں عائد کر لیتا ہے۔ اخلاقی پابندیوں سے میری مراد اسی قسم کی پابندیاں ہیں۔'' (۳۱)

اس قسم کی پابندیوں میں صدقات نافلۃ اور رفاح عامہ وفلاح و بہبود کے دیگر کام شامل ہیں۔

۳. ریاستی پابندیاں

مذکورہ خدائی اور اخلاقی پابندیاں ابدی نوعیت کی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شریعت نے ریاست کو بھی یہ اختیار دیا ہے کہ اگر کوئی کام فی نفسہ جائز ہو لیکن اس سے اجتماعی خرابی لازم آرہی ہو تو وہ اس پر پابندی عائد کر سکتی ہے۔ اقتصادی مسابقت کے نتیجے میں بھی اگر کوئی اجتماعی نقصان لازم آرہا ہو تو اسکو دور کرنے کیلئے حکومتِ وقت مختلف پہلوؤں سے مختلف پابندیاں لگا سکتی ہے۔ مثلاً سابقہ سطور میں عرض کیا گیا کہ طلب و رسد کے قانون اشیاء کی قیمتیں متعین کرنے میں کارفرما ہیں اس وجہ سے آپ ﷺ نے قیمتوں کی تعیین نہیں فرمائی۔ البتہ یہ قانون قیمتوں کو اعتدال میں تب رکھتا ہے جب مقابلے کی آزاد فضا موجود ہو لیکن اگر مخصوص افراد کی اجارہ داری کی وجہ سے عوام الناس ان کی منہ مانگی قیمت پر اشیاء خریدنے پر مجبور ہوں جیسا کہ بسا اوقات ذخیرہ اندوزوں کی طرف سے دیکھنے کو ملتا ہے تو شریعت ریاست کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ بازاری اشیاء کی مناسب قیمت مقرر کر دے جسمیں جانبین کی رعایت ہو۔ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی امام ابن تیمیہؒ کی عبارات سے یہی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ('' فصل الخطاب فی مسالة التسعیر'' کے تحت)

"واذاکانت حاجة الناس تندفع اذا عملوا مایکفی الناس بحیث یشتری اذ ذاك بالثمن المعروف لم یحتج الی التسعیر واماذاکانت حاجة الناس لاتندفع الابالتسعیر العادل سعر علیهم تسعیر عدل لاوکس ولا شطط"(۳۳)

ریاستی پابندیوں کے واجب التعمیل ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دال ہے۔ ''یاایها الذین امنو اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم ''(۳۴)'' اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے بااختیار لوگوں کی اطاعت کرو''۔ اولی الامر کو الگ ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جن چیزوں میں قرآن وسنت نے کوئی معین حکم نہیں دیا ان میں بااختیار افراد کی تعمیل لازم ہے۔ البتہ ایسی پابندیوں کے بارے میں چند باتیں غور طلب ہیں۔

۱۔ حکومت یا ریاست کا حکم قرآن وسنت کے حکم کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ حکومت کا یہ اقدام کسی اجتماعی مصلحت کی بناء پر ہو۔ اس لیے فقہی قاعدہ ''امرا لا مام یصیرالمباح واجبا ''(۳۵)'' حکمران کا حکم مباح کو واجب بنا دیتا ہے)'' جہاں حاکم کے امر کو واجب التعمیل قرار دیتا ہے وہیں دوسرا قاعدہ ''تصرف الامام علی الرعیة منوط

بالمصلحة''(۳۶)''حکمران کا عوام کیلئے تصرف مصلحت پر مبنی ہوتا ہے'' اسکے حکم کو اجتماعی مصلحت پر منحصر کرتا ہے۔
۳۔ چنانچہ جب مصلحت کا تقاضہ وقت کے بدلنے سے بدل جائے تو حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

اسلامی معاشرہ

اسلامی معاشرہ کی بنیاد قرآن وسنت پر ہوتی ہے۔ جو معاشرہ قرآن وسنت کے خطوط پر استوار ہو وہ اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ ایک اسلامی معاشرے میں دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ معیشت کا بھی شرعی حدود و قیود کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

اقتصادی مسابقت کے مسلم معاشروں پر اثرات

اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظام کی اصل بنیاد اخلاق ہے۔ لیکن انسان فرشتہ نہیں اسکی نظروں میں ہمیشہ زندگی کی اعلیٰ اقدار نہیں رہتیں۔ اس لیے اسلام نے معاشرے کے حاجت مند افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کا کام صرف امراء کے احساس ذمہ داری پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ ایسا جامع نظام پیش کیا جس میں قابل اطمینان حل موجود ہے۔
اقتصادی مسابقت کے مسلم معاشروں پر مثبت اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں اور منفی بھی۔ مثلاً

۱۔ مہنگائی پر کنٹرول

اقتصادی مسابقت کے نتیجے میں بازار میں مقابلے کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ ہر دوکاندار گاہکوں کا رخ اپنی طرف کرنے کیلئے اشیاء کی قیمتیں مناسب سطح پر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح صارف کو چیز مناسب قیمت پر دستیاب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی چیز ایک ہی جگہ دستیاب ہو تو مالک اسکی منہ مانگی قیمت وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲۔ذخیرہ اندوزی سے بچاؤ

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کاروبار کی ایسی ہر صورت ممنوع ہے جس میں دوسروں کا نقصان ہو۔ ان صورتوں میں سے ایک ذخیرہ اندوزی ہے۔ یعنی زیادہ قیمت وصول کرنے کیلئے ضروریاتِ زندگی کی مصنوعی قلت پیدا کی جائے جس کے نتیجے میں عوام مہنگے داموں خرید پر مجبور ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسے تاجر پر وعید فرمائی جو ذخیرہ اندوز ہو۔

☆ من احتکر فھو خاطی (۳۷) ''جو شخص ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ گناہ گار ہے''

☆ لایحتکر الاخاطی (۳۸) ''گناہ گار کے سوا کوئی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا''

اسی طرح بعض روایات میں ذخیرہ اندوز پر لعنت بھی کی گئی ہے۔ البتہ اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ ذخیرہ اندوزی ہر حال میں ممنوع نہیں بلکہ اسکی حرمت کا دارومدار عوام الناس کی مضرت پر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں۔

''ومن نصوص ھذہ الا حا دیث و فحواھا استنبط العلماء ان تحریم الاحتکار مشروط بامرین اولھما ان یکون ذلك فی بلدیضرالاحتکار باھله فی ذلك الوقت وثانیھما ان یکون قصدہ بذلك اغلاء الاسعار علی الناس لیضاعف ربحه

ہے "(۳۹)" ان احادیث کے نصوص اور مفہوم سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ احتکار کی حرمت دوامور پر مشروط ہے اول یہ کہ وہ ایسے شہر میں ہو جہاں ذخیرہ اندوزی اس شہر والوں کو نقصان دہ ہو اسوقت اور دوسرا یہ کہ تاجر کا مقصود لوگوں پر قیمتوں کی زیادتی ہو اپنا منافع بڑھانے کیلئے"

اقتصادی مسابقت تاجروں کو ذخیرہ اندوزی سے باز رکھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص زیادہ نفع کے حصول کی خاطر اشیاء کی لگاتار خرید و فروخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح معاشرے میں احتکار کو جگہ بنانے میں مشکل پیش آتی ہے۔

۳. روزگار کی فراہمی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة الدنيا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضاً سخريا" (۴۰) "ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے"۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں معاشی تفاوت ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے کام لینے کی نوبت یقینی ہے۔ بعض افراد اگر سرمایہ رکھتے ہیں تو بعض ہنر اور محنت۔ اقتصادی مسابقت دونوں قسم کے افراد کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتی ہے کہ کاروبار کی وسعت سرمائے کے ساتھ ساتھ افراد اور ان کی محنت کی بھی طالب ہوتی ہے۔ چنانچہ مسابقت کے نتیجے میں ہنرمند افراد کو اپنا ہنر اور زور بازو استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے اور یوں بہت سے افراد کو روزگار میسر آتا ہے۔ اس طرح معاشرے سے بیروزگاری کا بھی ایک حد تک خاتمہ ہوتا ہے۔

٤. انسداد غربت

اسلام کے معاشی نظام کے مثبت معاشی مقاصد میں انسداد غربت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام میں اس بات کو قطعاً ناپسند کیا گیا ہے کہ انسان خود تو پیٹ بھر کر سوئے اور اسکا ہمسایہ بھوک کی حالت میں رات گزارے۔ اسی لیے اسلام نے امراء کی دولت میں ایک حق فقراء مساکین کا بھی رکھا ہے۔

اقتصادی مسابقت کے نتیجے میں جو لوگ اپنی صلاحیتوں اور حالات سازگار ہونے کے سبب ترقی کر لیں تو ان پر ایک ذمہ داری یہ عائد ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی آمدن کا ایک حصہ زکوۃ کی شکل میں غرباء و مساکین کو دیں۔ چنانچہ اگر تمام اہل ثروت صحیح طریقے سے زکوۃ کی ادائیگی یقینی بنائیں تو معاشرے سے ایک حد تک غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

۵. گردش دولت

اسلامی معاشی نظام میں سرمایہ کی گردش کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام خوشحالی کا راز یہ بتلاتا ہے کہ سرمایہ کی گردش کو تیز کیا جائے۔ سرمایہ رگوں میں دوڑتے خون کی مانند ہے جو جسم کے ہر حصے کو طاقت دیتا ہے اور بہتے ہوئے پانی کی طرح ہے جو زمین کو سرسبز و شاداب بناتا ہے۔ چنانچہ سرمایہ کا نفع زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانے کیلئے اس کا گردش میں رہنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ہے۔''کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم''(۴۱) ''تا کہ دولت محض امراء کے درمیان گردش نہ کرتی رہے''
اقتصادی مسابقت بھی سرمائے کی گردش کو تیز کرتی ہے۔ ہر شخص اپنا سرمایہ پیدوار میں لگا کر زیادہ نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔اس طرح سرمائے سے کثیر لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

۶۔زر مبادلہ کا حصول

کسی بھی ملک یا معاشرے کی معیشت کی بہتری اسکے زرمبادلہ کے ذخائر پر منحصر ہے۔جس قدر زرمبادلہ کے ذخائر وسیع ہوں گے اس ملک کی معیشت اسی قدر مضبوط ہوگی۔ملکی و عالمی تجارت زرمبادلہ کے ذخائر پر اثر انداز ہوتی ہے۔اقتصادی مسابقت کے نتیجے جس طرح ایک فرد کو اپنا سرمایہ بڑھانے کا موقع ملتا ہے۔اسی طرح ایک ملک اور معاشرے کو اپنے زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔اور پھر وہ ذخائر معاشرے کی دیگر بنیادی ضروریات پر استعمال ہوتے ہیں مثلاً صحت ،تعلیم اور دفاع۔اس طرح ملک کی تعلیم ،صحت اور دفاع کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

۷۔جدت اور ترقی کی حوصلہ افزائی

اقتصادی مسابقت میں جہاں ہر شخص یا کمپنی یہ کوشش کرتی ہے کہ اس کی موجودہ مصنوعات کا معیار بہتر ہو وہیں اسکی یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ کس طرح ان مصنوعات میں بہتری اور جدت لائی جائے؟اس مسابقت میں پہلے سے جدید اور معیاری چیز مارکیٹ میں آتی ہے اور لوگوں کا رخ اس کی طرف ہوتا ہے۔ایک طرف سرمایہ دار کو مزید سرمایہ ملتا ہے تو دوسری طرف صارف کو پہلے سے جدید اور معیاری چیز حاصل ہوتی ہے۔

۸۔فلاح و بہبود عامہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے

☆''و ات ذالقربیٰ حقه و المسکین و ابن السبیل''(۴۲)''اور قرابت والوں کو اور مسکین اور مسافر کو ان کا حق دو''

☆''و بالوالدین احسانا و بذی القربیٰ و الیتامیٰ والمساکین والجارذی القربی والجار الجنب و الصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم''(۴۳)''اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو،اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے بھی اور قرابتی ہمسایوں اور اجنبی پڑوسیوں اور مسافروں اور ماتحتوں پر بھی احسان کرو''

یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دولت مند افراد کی دولت پر مذکورہ اشخاص کا بھی حق رکھا ہے۔اسی طرح اہل جہنم سے جب پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس چیز نے جہنم تک پہچایا تو کہیں گے''لم نك من المصلین ۔ ولم نك نطعم المسکین''(۴۴)''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور ہم مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے''۔فقراء اور مساکین کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا امراء کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔متعدد روایات میں بھوکوں کو کھانا کھلانے ،کمزور کی اعانت اور مریض کی عیادت اور علاج معالجے کا حکم

ہے۔اگراللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ہے تو اسکی مخلوق پر رحم کرنا لازم ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے''من لایرحم الناس لا یرحمہ اللہ''(۴۵)''جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا''۔ حاجتمند افراد کی ان ضروریات کو پورا کرنے کیلئے شریعت نے امراء پر بعض صدقات کو لازم مثلاً زکوۃ اور بعض کو نفل قرار دے کر خرچ کی ترغیب دلائی۔ اقتصادی مسابقت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے سرمائے سے ان پر عمل ممکن ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال جمع ہوگا تو وہ تقرب خداوندی کے حصول کیلئے اسکو استعمال کرے گا۔ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوگی اور خرچ کرنے والے کو اجر وثواب حاصل ہوگا۔ یوں معاشرے میں فلاح و بہبود کا معیار بہتر ہوگا۔

منفی حوالے سے اگر بات کی جائے تو پہلے یہ جان لینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت کی محبت فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں رکھی ہے۔''وانہ لحب الخیر لشدید''(۴۶)''اور بیشک وہ (انسان) مال کی محبت میں بڑا پکا ہے''اور ''وتحبون المال حبا جما''(۴۷)''اور تم مال سے بہت سخت محبت کرتے ہو''اسی پر دال ہیں۔ اور یہی فطری محبت انسان کو مال و دولت کمانے پر مجبور کرتی ہے البتہ یہ مال و دولت فتنہ اور آزمائش تب بنتی ہے جب اسکے حصول کی دوڑ میں انسان خدا اور اسکے احکامات سے دور ہو جائے۔ خدا پرستی کی جگہ مال پرستی لے لے۔ ایسی صورتحال مں بھی جو لوگ خدا کے احکامات کو نہیں بھولتے وہ قابل ستائش اور تعریف ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ''رجال لاتلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله و اقام الصلوة و ایتاء الزکوة''(۴۸)''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی''میں بھی ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ نیز اگر مال و دولت بڑھانا جرم ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کو کبھی تجارت کی تلقین نہ فرماتے۔ حضرت عثمانؓ مالدار صحابی تھے اور تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام بھی مالدار صحابہ کی فہرست میں آتا ہے۔ یہ مدینہ میں بے سروسامانی کی حالت میں آئے لیکن چند ہی سال میں ان کا سامان تجارت سینکڑوں اونٹوں پر آتا تھا۔ کسی پر بھی آپ ﷺ نے پابندی نہیں لگائی کہ تم ایک خاص حد سے آگے تجارت نہیں کرسکتے۔

اقتصادی مسابقت کوئی بری چیز نہیں جو معاشرے پر برے اثرات مرتب کرے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ افراتفری کے اس دور میں جب لوگوں میں خوف خدا کی کمی اور حقوق العباد کی ادائیگی کا فقدان ہے ہر شخص تمام احکامات الہیہ پس پشت ڈال کر پیسے کی دوڑ میں لگا ہوا ہے الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ اگر خدائی اور اخلاقی پابندیوں کا لحاظ اور پاس نہ رکھا جائے تو اقتصادی مسابقت مذکورہ مفید اثرات مرتب کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ چنانچہ جہاں اس مسابقت میں لوگ خدا کی یاد نماز وغیرہ سے غافل ہوتے ہیں وہیں دوسروں کے حقوق بھی پامال کیے جاتے ہیں اور قرآنی بیان کے مطابق نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔''الهکم التکاثر حتی زرتم المقابر''(۴۹)''تمہیں غفلت میں ڈال دیا کثرت کرنے نے حتی کہ تم قبروں میں پہنچ گئے''

اسلام کا اقتصادی نظام انسانیت کی معاشی فلاح کا ضامن ہے البتہ دو باتیں ذہن نشین رہنی چاہیئں۔ اول یہ کہ اسلام کا

اقتصادی نظام اسلام کے پورے نظام حیات کا ایک جزو ہے اور اس جزو کے فائدے اس وقت تک پوری طرح محسوس نہیں کیے جا سکتے جب تک اس جزو کو اپنے کل کے اندر اس کے موزوں مقام پر نہ رکھا جائے اور دوسری بات یہ کہ معاشرے پر اسلامی اقتصادی نظام کے مثبت و مفید اثرات تبھی مرتب ہوں گے جب اسے مکمل حدود و قیود کے ساتھ اپنایا جائے۔ بصورد دیگر مثبت اثرات کی امید رکھنا خام خیالی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ المائدہ:۳

۲۔ العنکبوت:۶۴

۳۔ التوبۃ:۳۸

۴۔ آل عمران:۱۳۳

۵۔ الحدید:۲۱

۶۔ النساء:۵

۷۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات لاہور، طبع اول ۲۰۰۸ء۔ ۷/۲۹

۸۔ ایضاً ۷/۳۵

۹۔ ایضاً ۷/۳۵، ۳۶

۱۰۔ ایضاً ۷/۴۱

۱۱۔ البقرۃ ۱۴۳

۱۲۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، طبع اول ۱۹۶۹ء، ۱/۳۱۶

۱۳۔ لقمن ۲۰

۱۴۔ محمد جوناگڑھی، احسن البیان، دارالسلام ریاض، طبع چہار، ۱۹۹۸ء، صفحہ ۹۶۸، ۹۶۹

۱۵۔ النساء: ۵

۱۶۔ الجمعۃ :۱۰

۱۷۔ البقرۃ:۱۶۸

۱۸۔ علی المتقی، کنز العمال، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدر آباد، طس ن، ج ۴، ص ۴

۱۹۔ المزمل:۲۰

۲۰۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۴۴

۲۱۔ ایضاً۔ رقم الحدیث ۸۱۹

۲۲۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۸۰۹ء

۲۳۔ العنکبوت:۱۷

۲۴۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۳۹۵

۲۵۔ ایضاً رقم الحدیث ۲۳۹۶

۲۶۔ ایضاً رقم الحدیث ۲۳۸۷

۲۷۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۲۱۸
۲۸۔ حفظ الرحمٰن سیوہاری، اسلام کا اقتصادی نظام، شیخ الہند اکیڈمی کراچی طبع اول ۲۰۱۰، صفحہ ۴۶۸، ۴۶۷
۲۹۔ محمد تقی عثمانی، اسلامی اور جدید معیشت وتجارت، مکتبہ معارف القرآن کراچی ۲۰۰۸ صفحہ ۲۲
۳۰۔ الزخرف: ۳۲
۳۱۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۳۱۴
۳۲۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، صفحہ ۴۳
۳۳۔ ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مبادی الاقتصاد الاسلامی، مکتبہ دار المنہاج ریاض، طبع اول ۱۴۲۹ھ، صفحہ ۷۹
۳۴۔ النساء: ۵۹
۳۵۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، طبع دوم ۲۰۱۴ء، صفحہ ۴۔۲
۳۶۔ ایضاً صفحہ ۲۰۱
۳۷۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۰۹۸
۳۸۔ ایضاً رقم الحدیث ۴۰۹۹
۳۹۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی، الحلال والحرام فی الاسلام، المکتب الاسلامی بیروت، طبع ثالث عشر، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۲۴۸
۴۰۔ الزخرف: ۳۲
۴۱۔ الحشر: ۷
۴۲۔ الاسراء: ۲۶
۴۳۔ النساء: ۳۶
۴۴۔ المدثر: ۴۴، ۴۳
۴۵۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۳۱۹
۴۶۔ العادیات: ۸
۴۷۔ الفجر: ۲۰
۴۸۔ النور: ۳۷
۴۹۔ التکاثر: ۲۔۱